AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

آزادئ اظہار اور مذہبی حساسیت: بین الاقوامی انسانی حقوق اور اسلامی تعلیمات کا تقابلی جائزہ

FREEDOM OF EXPRESSION AND RELIGIOUS SENSITIVITY: A COMPARATIVE REVIEW OF INTERNATIONAL HUMAN RIGHTS AND ISLAMIC TEACHINGS

Niaz Ali Shah
Department of Islamic Studies, Abdul Wali Khan University ,Mardan ,Pakistan
niazali.shah1985@gmail.com
Prof.Dr.Abzahir Khan
Department of Islamic Studies, Abdul Wali Khan University ,Mardan,Pakistan.
abzahir@awkum.edu.pk
Asst.Prof.Dr.Asif Saleem
Department of Political Science,Bacha Khan University Charsadda ,Pakistan
drasifsalim@bkuc.edu.pk

مطلوب تحقیق: آزادی اظہار رائے، مذہبی حساسیت، شرعی قوانین، بین الاقوامی قوانین، انسانی حقوق کے قوانین اور آزادی رائے کی تحدید

Abstract
Every person on earth is connected to some belief or another, and in some cases, this connection reaches the point of obsession. Given the sensitivity of religion, opinions about it should be expressed carefully, ensuring that the religious and spiritual sentiments of others are not hurt. In this context, where freedom of expression is a fundamental democratic right, what are its limits? And under what circumstances is the expression of opinion considered valid? All these matters constitute a highly sensitive topic. Therefore, the study discussed the definition and limitation of freedom of expression, as well as their legal and social status, in addition to the issues of religious sensitivity in which their legal status was explained. The study examines the status of religious freedom and rights in the Universal Charter of Human Rights and how international human rights organisations have developed and interpreted religious law.
Keywords: Freedom of Expression ,Religious Sensitivity, Sharia Laws , International Laws

تمہید

اس بات میں کوئی دوسری رائے نہیں کہ انسانی معاشرے میں (خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم) مذہب ایک بنیادی اور جذباتی احساسات کے ساتھ ساتھ ایک ستون کی حیثیت بھی رکھتا ہے جو کسی بھی فرد کی شناخت، اقدار، روایات، عقائد اور طرزِ زندگی کو بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اور یہ اقدار ان کو دوسری اقوام سے ایک الگ حیثیت دیتی ہے۔ دنیا کی تقریباً تمام تہذیبیں اور ثقافتیں کسی نہ کسی شکل میں مذہبی عقائد اور رسومات سے وابستہ رہی ہیں۔ اور ان عقائد کے پیروی میں عبادات اور معاملات کے طُرق شرعیہ اپناتے ہیں۔

ان عقائد سے گہری جذباتی وابستگی کی وجہ سے مذہب ایک ایسا موضوع بن چکا ہے جس میں کسی قسم کی توہین، تحقیر، تذلیل یا بے ادبی برداشت نہیں کر سکتے بلکہ یہ ایک سنگین رد عمل کو جنم دے سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "مذہبی حساسیت" آج کے عالمی منظر نامے میں نہایت نازک، پیچیدہ اور اہم موضوع بن چکی ہے۔ آئے دن کے ناشائستہ واقعات نے دنیا کو اس بات پر مجبور کر دیا ہے کہ معاشرے میں امن وسکون پیدا کرنے لئے ایک ایسے اقدامات کی ضرورت ہے جس سے کسی بھی مکتبہ فکر کے احساسات مجروح نہ ہو۔ اس وجہ سے مذہبی حساسیت کو جان کر بین المذاہب ہم آہنگی پیدا کی جائے۔

اب بین المذاہب ہم آہنگی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ معاشرے کا ہر فرد اپنے رائے میں آزاد اور خود مختار ہو۔ اُن کی رائے پر کسی قسم کا کوئی قدغن نہ ہو۔ کیونکہ آزادی اظہار رائے مطلق انسان کی ایک بنیادی اور جمہوری حق ہے اور یہ حق شریعت اور وضعی قوانین نے دیا ہے بلکہ شریعت نے جس جرات اور بہادری سے اس حق کا دفاع

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کیاہے شاید کسی دوسرے نظریاتی مذہب نے کیاہو۔اس وجہ سے اسلام کو یہ حق حاصل ہے کہ آزادی اظہار رائے کے لئے ان کے خدمات اور عملی اقدامات جس مثبت انداز میں ذکر ہوئے ہے یہ پوری دنیاپر عیاں ہے۔بلا تفریق اسلام نے آزادی رائے کا حق پوری انسانیت کو دیاہے جن کا قرار بعض منصف مغربی مفکرین نے بھی کیاہے۔

دوسری طرف، اگر دوسری جنگ عظیم کے بعد دیکھا جائے تو پوری دنیامیں بین الاقوامی قوانین نے معاشرے میں امن وامان اور رواداری قائم کرنے کے لئے انسانی حقوق کی بنیاد پر استوار کرنے کی کوشش کی ہے۔اب ان قوانین میں مذہبی آزادی، اظہارِ رائے کی آزادی، اور تمام اقلیتوں کے حقوق کو تحفظ فراہم کیا گیا۔اور یہ قوانین تقریبادنیاکے اکثر ممالک میں آئین کا حصہ ہے لیکن جب اظہارِ رائے کی آزادی مذہبی حساسیت سے ٹکراجاتی ہے تو ایک پیچیدہ قانونی اور اخلاقی بحران جنم لیتاہے۔ایک طرف آزادیِ رائے کو جمہوریت کی روح سمجھا جاتا ہے، تو دوسری طرف مذہب سے جذباتی وابستگی رکھنے والے افراد اسے اپنی عقیدتی توہین تصور کرتے ہیں۔جس سے ان دینی حمیت جوش میں آتاہے جس کسی بھی ردعمل کی بنیاد بن سکتی ہے۔

عصرِ حاضر میں مذہب کی توہین کے متعدد بین الاقوامی واقعات جیسے توہین آمیز خاکے، مذہبی شخصیات کی تحقیر، اور مقدس کتابوں کی بے حرمتی عالمی سطح پر احتجاجات، تشدد اور بین الاقوامی سطح پر کشیدگی کا باعث بنے ہیں۔ان واقعات نے یہ سوال پیدا کر دیاہے کہ آیا بین الاقوامی قوانین موجودہ دنیامیں مذہبی حساسیت کے تحفظ کے لیے کافی ہیں؟اور کیاان قوانین میں توازن موجود ہے۔

زیر نظر بحث میں ہم آزادی اظہار رائے، مذہبی حساسیت اور بین الاقوامی قوانین کے بنیادی اصول پر بحث کرینگے، اور ان میں توازن کی کوششوں کا تجزیاتی مطالعہ کریں گے۔سب سے پہلے آزادی اظہار کا مطلب اور دائرہ کی وضاحت کرینگے،

1. آزادی اظہار رائے: مفہوم اور دائرہ کار

موسوعۃ السیاسیۃ میں حریۃ الرائی کی تعریف ان الفاظ میں مذکور ہے۔

"حریۃ المواطن فی تعبیر عن رأیہ فی کافۃ الامور العامۃ دون التعرض لأی عقاب"[1]

کسی بھی شہری کا بغیر کسی خوف وہراس کے تمام عمومی امور میں رائے کے اظہار کو آزادی رائے کہتے ہے۔

Word Book Encyclopedia میں آزادی اظہار رائے کی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔

Freedom of speech as the right to speak out publicly or privately, the term covers all forms of expression, including books, newspaper, magazines, radio, television, motion pictures and electronic documents on computer networks.[2]

ذاتی طور پر عام لوگوں کو بات کرنے کے حق کو آزادی رائے کہتے ہے۔اور یہ اصطلاح اپنے عمومیت کے بناء پر آزادی اظہار رائے کے تمام صورتوں کو شامل ہے ۔جس میں کتابیں، اخبارات، رسائل، ریڈیو، ٹیلی ویژن، فلمیں اور کمپیوٹر نیٹ ورک پر برقی دستاویزات شائع کرنا، سب شامل ہیں۔

مجموعہ تعریفات کالب لباب اور خلاصہ یہی ہے۔کہ آزادی اظہار رائے سے مقصود کسی فردواحد یاجماعت کو اپنے خیالات، جذبات اور نظریات بغیر کسی خوف ودباؤکے بیان کرنے کانام آزادی اظہاررائے ہے ۔اگرچہ آزادی اظہاررائے کے متعلق قدیم وجدید مفکرین کے رائے میں اختلاف بھی پایاجاتاہے لیکن اکثر کا اعتبار کرتے ہوئے آزادی رائے کے مذکورہ بالا جامع تعریف ہے۔

1.1 تاریخی پس منظر

1.2 یہودیت اور آزادی رائے

اگر شرائع من قبلنا میں اس کی تاریخی پس منظر دیکھا جائے تو آسانی کے ساتھ یہ اندازہ لگایاجاسکتاہے کہ ماقبل شریعتوں میں اس کی آزادی تھی مگر کچھ حدودو قیود کے ساتھ کیونکہ کوئی بھی سماوی مذہب کسی کے توہین اوردل آزاری پسند نہیں کرتا اور نہ اس کی اجازت دیتاہے۔دنیاکے قدیم ترین مذہب یہودیت کے اصول اور قواعد دیکھا جائے تو اس معلوم ہوتاہے کہ اس مذہب میں آزادی رائے کے اصول موجود ہے کیونکہ یہ ایک بنیادی حق ہے اور کوئی بھی فرد اس سے مستغنی نہیں ہوسکتااور مذہب یہودیت اس موضوع پر گہرا نقطۂ نظر رکھتاہے اس مذہب کے اصول یہ ہے کہ آزادی رائے ہر فرد کو حاصل ہے لیکن اس کے لئے ایک سماجی، قانونی اور مذہبی حد بھی موجود ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

یہودیت میں تورات، تلمود اور ربانی ادب کے ذریعے کچھ اصول و قواعد بنائے گئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مذہب میں آزادی اظہار پر کوئی پابندی نہیں تھی اگر وہ کسی کے دل آزاری اور سماجی افراتفری کا سبب نہ بنئے جیسے

"سچائی اور انصاف کی پیروی کرو تا کہ تم زندہ رہو"[3]

اسی طرح تلمود جو یہودی فقہ اور اخلاقی رہنمائی کا ایک اہم ذریعہ ہے اس نے آزادی اظہار رائے کے خاص اصول بیان کی ہے اور اختلاف رائے کو جگہ دی ہے۔ مثلا ہلیل اور شمائی[4] کے مکاتب فکر میں موجود اختلافات نہایت ادب اور احترام کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔

1.3 مسیحیت اور آزادی رائے

اسی طرح عالم دنیا کا سب سے بڑا مذہب عسائیت ہے ان کے مذہبی اصول و قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ آزادی اظہار رائے ممدوح ہے لیکن چند شرائط کے ساتھ۔ جیسے کہ عیسائی مذہب میں آزادی اظہار رائے کے بارے صراحتاً کوئی آیات مذکور نہیں لیکن کئی اصول ایسے ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے تائید کی ہے اور ان کے لئے حد مقرر کی ہے جیسے کہ بائبل مقدس میں سچ بولنے کی اہمیت بیان کی گئی ہے اور حضرت عیسیٰؑ نے کہا

"اور تم سچائی کو جانو گے اور سچائی تمہیں آزاد کرے گی"[5]

دوسری جگہ مذکور ہے۔

"تم اپنے پڑوسی سے اپنی طرح محبت کرو"[6]

ان دونوں اصولوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب عیسائیت میں آزادی رائے موجود تھی لیکن رواداری اور محبت کو مد نظر رکھتے ہوئے کیونکہ توہین اور بے آدبی کسی بھی سماوی مذہب کا وطیرہ نہیں۔

اگر حضرت عیسیٰؑ کے زندگی اور ان کے حوارین کے صعوبتیں اور تکالیف کا نظر عمیق سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ سچائی اور حق کے ظہار کے وقت انہوں نے ہر تکلیف مشقت کو مول لیا تھا۔

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے پیغام میں سچائی، عدل، اور ہدایت کی بات کی تھی۔ آپ کے حوارین نے اس پیغام کو دل و جان سے قبول کیا، حالانکہ آپ کے پیغام کی مخالفت کرنے والے لوگ اور مذہبی رہنما موجود تھے۔

ایک مشہور واقعہ ہے جب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے حوارین سے پوچھا کہ کیا وہ بھی اس پیغام کو چھوڑ کر واپس جانا چاہتے ہیں؟ اس پر حضرت پیٹر (جو کہ ایک اہم حواری تھے) نے جواب دیا:

"اے خدا کے رسول، ہم کہاں جائیں گے؟ تیرے پاس ہی ہمیشہ کی زندگی کا پیغام ہے۔"[7]

1.4 اسلام میں آزادی رائے کا پس منظر

قیامت تک باقی رہنے والا دین اسلام آزادی رائے کے متعلق کیا رویہ رکھتی ہے وہ خود اسلام کے تعلیمات سے عیاں ہے۔ اسلام نہ صرف آزادئ اظہار کا حامی ہے بلکہ آزادئ اظہار کے اصول کی جس دلیری اور جرأت کے ساتھ اسلام حمایت کرتا ہے اس کی مثال کسی اور نظریاتی نظام یا مذہب میں دور دور تک نظر نہیں آتی۔ اسلام میں یہ حق مشروط ہے چند شرائط کے ساتھ, جن کا اہتمام ضروری اور لازمی قرار دیا ہے اور وہ تین قیود ہیں جو کہ ذیل میں ذکر کی گئی ہیں۔

اسلام نے ایک طرف تو آزادئ اظہار کی عمارت کو نہایت مثبت اور تعمیری بنیادوں پر اٹھایا ہے تاکہ یہ آزادی اپنے اصل ہدف کو پورا کرنے والی ہو یعنی عامۃ الناس کے لیے خیر وبھلائی کا موجب ٹھہرے اور اس کے ذریعے سے معاشرے کے ہر فرد کو قوم وملت کی تعمیر میں بنیادی کردار ادا کرنے کا موقع ملے۔

دوسری جانب اسلام ایسا ماحول پیدا کرتا ہے جس میں آزادئ اظہار کے حق کا درست نہج پر استعمال کرنے کے لیے ہر فرد کی تربیت ہوتی رہتی ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اسلام نے اس آزادی کی کچھ حدود وقیود مقرر کی ہیں تا کسی فرد کی آزادی کسی دوسرے فرد یا قوم کی دل آزاری اور استحصال کا باعث نہ بنے اور یہ آزادی مفاد عامہ کو مجروح کرنے والی نہ ہو۔

اس کے علاوہ اسلامی تعلیمات میں اس موضوع کے متعلق سینکڑوں نصوص اور واقعات موجود ہے جو اس بات پر دال ہے کہ اسلام میں آزادی اظہار رائے کی کیا اہمیت ہے یہاں پر چند نصوص اور واقعات ذکر کرتے ہیں تا کہ یہ بات مبرہن ہو جائے کہ اسلام میں آزادی اظہار رائے کی کیا حیثیت ہیں۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

(قُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا)[8]

"سیدھی اور سچی بات کہا کرو"۔ بلکہ جو بات کرو سچی ہو اور جھوٹ بولنے اور جھوٹی شہادت دینے سے بچو۔

اسلام سچی بات کہنے پر اتنا زور دیتا ہے کہ بعض حالات میں اسے جہاد بلکہ افضل ترین جہاد قرار دیتا ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "سب سے افضل جہاد، ایک ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے[9]۔

لیکن اس کے بعد اسلام آزادیٔ اظہار کے لئے اصول بیان فرما رہے ہیں کہ

(وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا)[10]

یعنی جب بھی بات کریں تو عدل وانصاف پر مبنی بات کریں اور حق دامن کسی صورت میں نہ چھوڑا جائے۔

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے۔

(كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ)[11]

"یعنی تم بہترین امت ہو نکالے گئے ہو کہ نیکی کی باتوں کی ترغیب دیتے ہو اور برائی کی باتوں سے منع کرتے"۔ گویا ہر ایک کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے قول وفعل اور تحریر و تقریر سے خیر کے طرف ترغیب اور شر سے منع کریں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نہ صرف ہر فردِ امت کا حق بلکہ مسلمانوں کا انفرادی واجتماعی فریضہ قرار دیا گیا ہے۔

پھر اسلام آزادیٔ اظہار کے حق کو صحیح طریقے پر استعمال کرنے کی تربیت کے لیے مشاورت کا نظام پیش کرتا ہے۔ اسلام ہر فرد کو اظہار رائے کا موقع اور اس کی اجازت دیتا ہے۔

(وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ)[12]

اس جیسے نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اہم امور میں صحابہ کرام سے مشورہ لینے کا فرمان صادر ہوا ہے کہ قابل غور معاملات میں (جن میں حکومت سے متعلقہ معاملات بھی شامل ہیں) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا کریں۔ چنانچہ غزوۂ احد کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اکابر صحابہ کی رائے یہ تھی کہ شہر کے اندر مورچے بنائے جائیں مگر نوجوانوں کی رائے تھی کہ باہر نکل کر کھلے میدان میں دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کی رائے کے مطابق فیصلہ فرمایا اور کوہِ اُحد کے دامن میں جنگ کا محاذ قائم فرمایا[13]۔

اسی طرح جنگ احزاب میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا اور تمام آراء میں سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دی اور مدینہ کے گرد خندق کھدوائی۔

شوریٰ کے ذریعے آزادی کے ساتھ اپنی رائے کے اظہار کی اس تربیت کا صحابہ کرام پر اس قدر اثر تھا کہ وہ جہاں اور جب کسی مشورہ کو مفید خیال کرتے بلا جھجک پیش کر دیتے تھے۔

اس کی ایک مثال غزوہ بدر کا واقعہ ہے۔ اس غزوے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ ایک صحابی حُبَاب بن الْمُنْذِرِ نے براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ جس مقام پر آپ ٹھہرے ہیں یہ کسی خدائی الہام کے ماتحت ہے یا یہ جگہ آپؐ نے خود پسند کی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنگی حکمت عملی کے باعث میرا خیال تھا کہ یہ جگہ اونچی ہے اس لیے بہتر ہوگی۔ یہ سن کر حُبَاب بن الْمُنْذِرِ نے ادب کے ساتھ کہا کہ پھر شاید یہ جگہ مناسب نہیں ہے[14]۔

آزادیٔ اظہار کی یہ کتنی اعلیٰ مثال ہے کہ ایک عام آدمی ریاست مدینہ کے حکمران اور نبی کریمؐ کے سامنے بلا خوف اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے۔ اور نبی کریمؐ نے بھی اس جسارت کے خلاف کوئی ردّ عمل ظاہر نہیں فرمایا بلکہ سادہ طور پر صرف یہ پوچھا کہ تمہاری یہ رائے کس بنیاد پر ہے اور جب اس نے اپنی رائے کی اہمیت بتائی تو آپؐ نے فوراً اسے قبول کر لیا۔

اس طرح کے کئی واقعات تاریخ اسلام کے اوراق پر ثبت ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے بنی نوع انسان کو اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے مکمل آزادی دی ہے اور یہ اسلامی تعلیمات صرف نقل اور سمع تک محدود نہیں بلکہ ھادیٔ عالم نے اپنے عمل سے معاشرے میں ان کو زندہ بھی کیا اور تاریخی واقعات سے یہ عیاں ہے کہ

ہر دور میں حق و صدق کے ساتھ دینے میں کسی نے کوتاہی نہیں کی۔ یہاں تک کہ اگر سامنے ایک ظالم اور جابر بادشاہ بھی ہو تو حق بات کہنے سے کسی نے بھی منہ نہیں موڑہ ۔کیونکہ اسلام آزادی اظہار رائے کے داعی ہے اور اس حق کو تمام انسانیت کے لئے یکساں ثابت ہے کیونکہ یہ انسان کا پیدائشی اور جمہوری حق ہے اور اس حق کو اسلام نے علی وجہ الکمال تمام انسانیت کو عطاء کی ہے جو کسی اور نظریاتی مذہب میں نظر نہیں آتا۔

2. آزادی اظہار رائے اور بین الاقوامی قوانین

بین الاقوامی سطح پر انسانی حقوق کے تحفظ کا علمبردار آرٹیکل 19 سمجھا جاتا ہے وہ اس وجہ سے کہ اس آرٹیکل میں انسانی حقوق یعنی آزادی رائے کی حفاظت ہے اور یہ عمومی طور پر ثابت کیا گیا ہے بلا کسی امتیاز و تفریق کے، جو آرٹیکل کے متن سے بھی سمجھ میں آتا ہے۔

Article 19 of the Universal Declaration of Human Rights (UDHR) states that everyone has the right to freedom of expression and opinion. This includes the right to express opinions without interference, and to access and share information and ideas. [15]

Explanation

- Article 19 of the UDHR protects the freedom to express oneself and hold opinions without interference.
- It also protects the freedom to access and share information and ideas through any media and regardless of borders.
- Freedom of expression is a fundamental human right.
- The UDHR was adopted by the United Nations in 1948. It outlines 30 rights and freedoms that are the foundation for international human rights law.

یونیورسل ڈیکلریشن آف ہیومن رائٹس (UDHR) کا آرٹیکل 19 کہتا ہے کہ ہر کسی کو اظہار رائے اور رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس میں مداخلت کے بغیر رائے کا اظہار کرنے، معلومات اور خیالات تک رسائی اور اشتراک کرنے کا حق شامل ہے۔

وضاحت

• UDHR کا آرٹیکل 19 بغیر کسی مداخلت کے اظہار خیال اور رائے رکھنے کی آزادی کا تحفظ کرتا ہے۔
• یہ کسی بھی میڈیا کے ذریعے اور سرحدوں سے قطع نظر معلومات اور خیالات تک رسائی اور اشتراک کرنے کی آزادی کی بھی حفاظت کرتا ہے۔
• اظہار رائے کی آزادی ایک بنیادی انسانی حق ہے۔
• UDHR کو اقوام متحدہ نے 1948 میں اپنایا تھا۔ یہ 30 حقوق اور آزادیوں کا خاکہ پیش کرتا ہے جو انسانی حقوق کے بین الاقوامی قانون کی بنیاد ہیں۔

آزادی اظہار رائے ایک بنیادی حق ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ اس حق کے ذریعے کسی کے دینی غیرت کو للکارے یا کسی کے ذاتی زندگی پر حملہ آور ثابت ہو جائے بلکہ یہ تو اپنے مافی الضمیر کے اظہار کا ایک حق جو کسی بھی نظریاتی معاشرے کے ہر فرد کو حاصل ہوتا ہے۔

آرٹیکل 19 صرف رائے کے اظہار کے حقوق کے لئے نہیں بلکہ عالمی انسانی حقوق کے تنظیم نے اس میں 23 سکشن بنائے ہیں جس میں مختلف امور میں آزادی ہے جس میں چند حساس چیزیں مثلاً مذہب اور دین کے متعلق رائے کا اظہار وغیرہ بھی آتا ہیں اس وجہ سے اس حق کے لئے کچھ حدود متعین کی گئی ہیں جن پاسداری مذہبی ہم آہنگی اور ایک پر سکون معاشرے کے وجود کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ درجہ ذیل میں چند قیودات ذکر کی جاتی ہیں

آرٹیکل 19 اظہار رائے کی آزادی کو تسلیم کرتا ہے، لیکن اس میں کچھ مخصوص شرائط رکھی گئی ہیں جن کی بنیاد پر کوئی بھی حکومت اس آزادی کو محدود کر سکتی ہے۔

یورپین یونین نے آزادی اظہار رائے اور آزادی فکر کے بارے ایک عالمی منشور بنا کر پیش کیا ہے جس میں دیگر حقوقِ انسانی کے ساتھ ان کے سوچ اور فکر کے آزادی کے لئے ایک مثبت قانون بنایا ہے کو آرٹیکل 11 میں مذکور ہے۔

Article 11 of EU

1..Everyone has the right to freedom of expression. This right shall include freedom to hold opinions and to receive and impart information and ideas without interference by public

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

authority and regardless of frontiers. This article shall not prevent States from requiring the licensing of broadcasting, television or cinema enterprises.
2. .The exercise of these freedoms, since it carries with it duties and responsibilities, may be subject to such formalities, conditions, restrictions or penalties as are prescribed by law and are necessary in a democratic society, in the interests of national security, territorial integrity or public safety, for the prevention of disorder or crime, for the protection of health or morals, for the protection of the reputation or rights of others, for preventing the disclosure of information received in confidence, or for maintaining the authority and impartiality of the judiciary" [16].

1 ہر شخص کو اظہارِ رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ شامل ہے کہ وہ آراء رکھ سکے اور معلومات وخیالات کو بغیر کسی سرکاری مداخلت اور سرحدوں کی قید کے حاصل اور منتقل کر سکے۔ یہ شق ریاستوں کو نشرواشاعت، ٹیلی ویژن، یا سینما کے اداروں کے لائسنس کی ضرورت عائد کرنے سے نہیں روکتی۔

2۔ ان آزادیوں کے استعمال کے ساتھ فرائض اور ذمہ داریاں بھی وابستہ ہیں، لہٰذا یہ آزادی بعض ضابطوں، شرائط، پابندیوں یا سزاؤں سے مشروط ہو سکتی ہے، بشرطیکہ وہ قانون کے تحت ہوں اور ایک جمہوری معاشرے میں ضروری ہوں۔ یہ اقدامات قومی سلامتی، علاقائی سالمیت، عوامی تحفظ، بدامنی یا جرم کی روک تھام، صحت یا اخلاقیات کے تحفظ، دوسروں کی شہرت یا حقوق کے تحفظ، خفیہ معلومات کے انکشاف کی روک تھام، یا عدلیہ کے اختیار اور غیر جانبداری کو برقرار رکھنے کے لیے کیے جا سکتے ہیں۔

ICCPR جو کہ مخفف ہے International Covenant on Civil and Political Rights سے۔ یہ ایک شہری اور سیاسی حقوق سے متعلق ایک بین الاقوامی تنظیم ہے اور عالمی سطح پر یہ بھی آزادی رائے کے حمایت میں کام کرتی ہے اوران کے وضع کردہ قوانین اور دفعات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان کا عملی کام شہریوں کے حقوق کی حفاظت ہے چاہیئے ان کا تعلق شہری کے ذات سے ہو یا وہ حق سیاسی ہو کیونکہ یہ دونوں حقوق انسان کے جمہوری حق ہے اور کسی بھی جمہوری معاشرے کی ترقی اور اصلاح ان کے آزادی پر موقوف ہے اس وجہ سے اس تنظیم بنیادی اصول میں یہ کہ

1. . Everyone shall have the right to hold opinions without interference.
2 . .Everyone shall have the right to freedom of expression; this right shall include freedom to seek, receive and impart information and ideas of all kinds, regardless of frontiers, either orally, in writing or in print, in the form of art, or through any other media of his choice.[17]

ہر شخص کو بغیر کسی مداخلت کے اپنی رائے رکھنے کا حق حاصل ہو گا۔

2.. ہر شخص کو اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہو گا۔ اس حق میں آزادی کے تمام اقسام بغیر کسی تحدید کے، زبانی طور پر، ہر قسم کی معلومات اور خیالات کی تلاش، وصول اور فراہم کرنا، تحریری طور پر یا پرنٹ میں، آرٹ کی شکل میں، یا اپنی پسند کے کسی دوسرے میڈیا کے ذریعے حاصل کرنا شامل ہیں۔

تبصرہ

درجہ بالا سطور میں آزادی اظہار رائے کے تاریخ پس منظر میں مختصراً اسلام، مغربی دور اور انیسویں صدی کے وضعی قوانین کا جائزہ پیش کیا گیا کہ ان تمام قوانین میں آزادی اظہار رائے کا تصور سب سے پہلے شرعی قوانین میں موجود ہے اور اسلام اور ان کے علاوہ دیگر سماوی مذاہب میں آزادی اظہار کو ایک خاص مقام حاصل ہے اور ان تمام مذاہب ان کی تاکید وتائید کی ہے اور خصوصا اسلام تو اس کے داعی اور حامی ہے کیونکہ یہ ایک جمہوری حق ہے اور کوئی بھی معاشرہ اس کے بغیر ترقی نہیں کر سکتا۔ اسلام نے صرف قانون کے حدتک اس کی تائید نہیں کی بلکہ عملی طور پر اس کو ثابت بھی کیا جیسے کہ ماقبل میں تفصیل کے ساتھ گزرا۔ البتہ باقی مذاہب میں اگرچہ یہ قوانین موجود تھیں لیکن عملی طور پر یہ سارے مفقود تھیں کیونکہ آج بھی ایسے موضاعات ہیں جس لکھنا، تحقیق کرنا اور ان پر بحث ومباحثہ کرنا جرم ہے لیکن اسلام میں ایسی کوئی پابندی نہیں کہ کوئی بندہ اپنے خیالات کے اظہار سے روکا جائے۔

اس کے بعد انیسویں صدی میں مختلف دساتیر تیار ہوئے اور اس میں آزادی اظہار رائے کے حق کو اجاگر کیا گیا اور مختلف عالمی اور علاقائی تنظیمیں اس حق کو عام کرنے کے لئے اپنی سعی اور جدوجہد کو بڑھایا اور حالات یہاں پہنچ گئے کہ اب کوئی بھی بندہ کہی پر بھی اپنے خیالات کا اظہار بغیر کسی خوف کے کر سکتا ہے اور قانونی طور پر

ان کو یہ حق حاصل ہے اور قانون اس کی تائید بھی کرتی ہے۔ پس یہ بات روز روشن کے طرح عیاں ہے کہ آزادی اظہار رائے کا حق اسلام اور ما قبل اسلام سے لیکر آج تک بنی نوع انسان کے لئے شرعی اور قانونی طور پر موجود و محفوظ ہیں۔

3. آزادی اظہار رائے کا دائرہ کار

مذکورہ بالا سطور میں آزادی اظہار رائے کے متعلق شرعی اور بین الاقوامی قوانین کے ساتھ ساتھ انسانی حقوق کے تنظیموں کے وضع کردہ اُصول اور عہد ناموں کا بھی تذکرہ ہوا اور یہ ثابت کیا گیا کہ آزادی رائے ایک بنیادی اور جمہوری حق ہے جو انسان کے پیدائش کے ساتھ ہی اللہ تعالی نے ان کو دیا ہے۔ اس حق ختم کرنا انسانی حقوق کے ساتھ کھلواڑ ہے۔ لیکن کیا یہ حق مطلق ہے یا اس میں کوئی قیود و شروط بھی ہے۔ تو سب سے پہلے اسلام نے اس حق کی بڑی جرات کے ساتھ تائید کی ہے لیکن معاشرے میں افرا تفری اور فساد پیدا کرنا جس کو آزادی رائے کا نام دیا جائے یہ بالکل جائز نہیں بلکہ یہ آزادی رائے احترام حقوق کا نام ہے لہٰذا حد میں رہ کر اپنے بنیادی حقوق کے لئے بات کرنا یا رائے قائم کرنا ایک مستحسن عمل ہے جو رسول اللہ کے دور سے لے کر تابعین کے دور تک قائم تھا۔

آزادی رائے کا مطلب کسی کے رائے اور سوچ پر قدغن لگانا جمہوریت کے خلاف ہے لیکن اگر یہ سوچ اور رائے قومی سلامتی یا مذہبی حساسیت کے مخالف ہو تو اسلام کے ساتھ ساتھ وضعی قوانین میں بھی یہ ممنوع ہے اور بعض ممالک نے اس پر بڑی سختی کے ساتھ قانون سازی کے کرکے مرتکب کو سزا بھی دی ہے۔ لہٰذا آزادی اظہار رائے کا دائرہ کار وضع کردہ حدود میں رہ کر اپنے حقوق کا مطالبہ کرنا ہے یا اپنے فکر اور سوچ کو عام کرنا ہے لیکن کسی کو ایذا دینے اور قومی سلامتی کے اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے۔

4. مذہبی حساسیت: مفہوم اور دائرہ کار

مذہبی حساسیت ایک ایسا سماجی و جذباتی تصور ہے جو فرد یا معاشرے کی مذہب سے وابستگی، عقائد کی حرمت، اور مقدسات کے احترام سے متعلق جذبات کی شدت کو ظاہر کرتا ہے۔ مذہبی حساسیت دراصل اس کیفیت کا نام ہے جس میں مذہب یا مذہبی شخصیات، مقامات، شعائر اسلام، یا تعلیمات سے متعلق کسی بھی قسم کی تنقید، مذاق، یا توہین نہ صرف غیر مناسب سمجھی جاتی ہے بلکہ شدید ردعمل کا سبب بھی بن سکتی ہے۔[18]

پھر یہ ردعمل کبھی فرقہ وارانہ فسادات کو جنم دے کر معاشرے میں فساد کو سبب بن جاتی ہے لھذا کسی بھی صورت میں مذہب کی توہین جائز نہیں اور یہ صرف اسلام کے حد تک نہیں بلکہ اسلام تو خود دوسرے ادیان کے متعلق بُرا بھلا کہنے سے منع کرتا ہے اور اپنے پیروں کاروں کو تاکید کی ہے کہ کسی کے مذہب کو چھیڑنا نہیں۔

مذہبی حساسیت کا تعلق صرف کسی مخصوص مذہب یا قوم سے نہیں بلکہ یہ ایک عالمی اور آفاقی انسانی جذبہ ہے جو تقریباً تمام ادیان اور ان کے پیروکاروں میں کسی نہ کسی درجے میں پایا جاتا ہے۔ خواہ وہ اسلام ہو، عیسائیت، یہودیت، ہندومت یا بدھ مت—ہر مذہب کے ماننے والے اپنے عقائد و شعائر کے بارے میں انتہائی حساس ہوتے ہیں۔[19]

4.1 مذہبی حساسیت کے نمایاں مظاہر

مذہبی حساسیت کے نمایاں مظاہر درج ذیل ہیں:[20]

1. مذہبی علامات (مثلاً: صلیب، حجاب، داڑھی، قندیل وغیرہ) کی توہین
2. مقدس شخصیات (مثلاً: انبیاء، اولیاء، صحابہ، امام، یا پادریوں) کے خلاف توہین آمیز زبان
3. مذہبی کتب کی بے حرمتی
4. مذہبی تہواروں، عبادات، یا رسومات پر طنز یا استہزا
5. مذہبی مقامات پر حملے یا عدم احترام

4.2 مذہبی حساسیت کی شدت کے محرکات

مذہبی حساسیت کی شدت کا انحصار کئی عوامل پر ہوتا ہے:[21]

دینی عوامل

1. تاریخی پس منظر: جب کسی مذہب، قوم یا گروہ نے ماضی میں ظلم یا تعصب کا سامنا کیا ہو، تو اس کی حساسیت زیادہ ہوتی ہے۔

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

2اقلیتی حیثیت:جب کوئی مذہبی گروہ کسی ملک میں اقلیت میں ہو،تووہ اپنے مذہب سے زیادہ وابستگی اور حساسیت ظاہر کرتا ہے۔

مفاداتی عوامل

1. تعلیمی اور سماجی شعور: تعلیم کی کمی بعض اوقات مذہبی حساسیت کو انتہاپسندی میں بدل دیتی ہے۔
2. میڈیا اور سوشل میڈیا:ان پلیٹ فارمز پر مذہب سے متعلق طنزومزاح یا تنقید کی اشاعت حساسیت کو مزید ہوا دیتی ہے۔

4.3مذہبی حساسیت کا دائرہ کار

گلوبلائزیشن کے اس دور میں پوری دنیا ایک کمرے کے مانند ہوگئی ہے کوسوں میل دور بیٹھا انسان اپنی سوچ اور فکر منٹوں کے حساب سے پوری دنیا میں پہنچا سکتا ہے۔اس وجہ سے مذہبی حساسیت کا دائرہ صرف مقامی یا قومی سطح تک محدود نہیں رہا، بلکہ اب یہ بین الاقوامی تعلقات، تجارت، سفارت کاری، اور میڈیا پالیسیز پر بھی اثرانداز ہوتا ہے۔ایک ملک میں شائع ہونے والا گستاخانہ مواد دنیا بھر میں ردِ عمل کا سبب بن سکتا ہے۔مذہبی حساسیت اب نہ صرف ایک اندرونی ریاستی چیلنج ہے بلکہ ایک عالمی اخلاقی اور قانونی مسئلہ بن چکا ہے۔[22]

4.4بین الاقوامی قوانین اور مذہبی حساسیت:

عصرِ حاضر میں مذہب صرف روحانیات یا فرد کی ذاتی وابستگی تک محدود نہیں رہا، بلکہ یہ ایک سماجی، ثقافتی اور حتیٰ کہ سیاسی حقیقت کے طور پر بھی نمایاں ہے۔ جیسے جیسے دنیا ایک عالمی گاؤں کی صورت اختیار کر چکی ہے، بین المذاہب تعامل، مذہبی تنوع، اور عقائد کی آزادی جیسے موضوعات نے عالمی سطح پر قانون سازی اور سفارتی تعلقات میں گہری اہمیت اختیار کرلی ہے۔

اس تناظر میں بین الاقوامی قوانین کا کردار ایک ضابطہ اخلاق کی حیثیت رکھتا ہے، جو مختلف مذاہب، اقوام اور ثقافتوں کے مابین توازن قائم رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ تاہم یہ توازن ہمیشہ آسانی سے قائم نہیں رہتا، خاص طور پر جب مذہبی جذبات کی توہین یا مذاق آزادیِ اظہار کے آڑ میں کیا جاتا ہے۔

دنیا کے مختلف حصوں میں مذہبی حساسیت کی خلاف ورزی کے نتیجے میں پیدا ہونے والے فسادات، احتجاجات، اور سیاسی کشیدگی اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ مذہبی جذبات صرف انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی سطح پر بھی اثرانداز ہوتے ہیں۔ ایسے میں بین الاقوامی قوانین کا دائرہ کار کہاں تک پھیلتا ہے؟ کیا ان قوانین میں مذہبی مقدسات کے احترام کا پہلو شامل ہے؟

ذیل میں اس بات کا جائزہ لیا جاتا ہے، کہ بین الاقوامی قوانین اور مذہبی حساسیت کے مابین کس قسم کا باہمی تعلق موجود ہے،

5.1انسانی حقوق کا بین الاقوامی اعلامیہ اور مذہبی آزادی

بین الاقوامی قانون کا اہم ستون "Universal Declaration of Human Rights" (1948)ہے، جس کی شق 18 مذہبی آزادی کی ضمانت فراہم کرتی ہے:

“Everyone has the right to freedom of thought, conscience and religion; this right includes freedom to change his religion or belief, and freedom, either alone or in community with others and in public or private, to manifest his religion or belief in teaching, practice, worship and observance[23] ”.

یہ شق مذہبی عقائد کی تبلیغ اور شعائر کی ادائیگی کو نہ صرف فرد کا حق قرار دیتی ہے بلکہ اس کے عوامی اظہار کو بھی بین الاقوامی تحفظ فراہم کرتی ہے۔

ICCPR5.2اور مذہبی جذبات کی قانونی حیثیت

1966کا "International Covenant on Civil and Political Rights" (ICCPR)مذہب کے احترام کو بین الاقوامی قانون میں مزید وضاحت کے ساتھ پیش کرتا ہے۔اس معاہدے کی شق 18 مذہبی آزادی کی وضاحت کرتے ہوئے کہتی ہے:

“Freedom to manifest one's religion or beliefs may be subject only to such limitations as are prescribed by law and are necessary to protect public safety, order, health, or morals or the fundamental rights and freedoms of others [24]”.

یہاں مذہبی آزادی کو مکمل تحفظ دیتے ہوئے بعض حدود بھی مقرر کی گئی ہیں تاکہ کسی دوسرے فرد یا گروہ کے حقوق مجروح نہ ہوں۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

5.3اقوام متحدہ اور مذہب کی توہین کے خلاف کوششیں

2005 تا 2011 کے دوران اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل نے "Combating Defamation of Religions" کے عنوان سے متعدد قراردادیں منظور کیں، جن میں OIC کا کردار نمایاں رہا۔ 2011 میں منظور ہونے والی قرارداد 16/18 اس سلسلے میں ایک اہم پیش رفت سمجھی جاتی ہے:

" Condemns any advocacy of religious hatred that constitutes incitement to discrimination, hostility or violence[25]"…

اس قرارداد نے پہلی بار بین الاقوامی سطح پر مذہب کی توہین کو نفرت انگیز بیانیے سے جوڑا اور رکن ممالک کو اس کے تدارک کی ذمہ داری سونپی۔

5.4 مغربی دنیا میں اظہارِ رائے بمقابلہ مذہبی حساسیت

مغربی ریاستوں میں freedom of expression کو ایک اعلیٰ ترین حق سمجھا جاتا ہے، اور کبھی کبھار بین الاقوامی قوانین کو پامال کر کے ان اعلی کر دیتے ہے حتی کہ بعض اوقات یہ مذہبی جذبات پر فوقیت اختیار کرلیتا ہے۔ یورپی عدالت برائے انسانی حقوق نے 2018 میں ایک مقدمے E.S. v. Austria میں ایک اہم فیصلہ دیا، جس میں عدالت نے کہا:

"The Court held that the statements were not objective contributions to a public debate, but rather likely to incite religious intolerance [26] ".

عدالت نے یہاں واضح کیا کہ اگر کوئی بیان مذہبی منافرت کو ہوا دیتا ہو تو وہ آزادی اظہار کے زمرے میں نہیں آتا۔

5.5 اسلامی موقف اور اقوام متحدہ

اسلامی دنیا بالخصوص OIC بارہا اس امر پر زور دیتی رہی ہے کہ مذہبی علامات اور مقدسات کی توہین کو بھی Hate Speech کے زمرے میں لایا جائے۔

"We must see hate speech, including Islamophobia, as a contemporary form of racism. The international community cannot be selective in protecting human rights [27]".

یہ بیان اس نکتہ کو واضح کرتا ہے کہ مسلم دنیا کے لیے مذہب کی توہین آزادی اظہار کا مسئلہ نہیں بلکہ نسلی امتیاز کی ایک شکل ہے۔ اب یہاں ایک اور نکتہ سامنے آتا ہے، کہ بین الاقوامی قوانین میں اظہار رائے کا قانون بھی موجود ہے، لیکن اس کے نتیجہ میں اس کا سامنا مذہبی حساسیت کے ساتھ آتا ہے اور بارہا ان قوانین میں یہ مذکور ہے کہ کسی کے احساسات مجروح کرنا آزادی اظہار رائے کے زمرے میں نہیں آتا۔

6.اظہارِ رائے کی آزادی بمقابلہ مذہبی حساسیت

اظہارِ رائے کی آزادی اور مذہبی حساسیت کے درمیان تعلق ایک پیچیدہ اور حساس موضوع ہے جو عالمی سطح پر قانونی اور اخلاقی بحث کا محور رہا ہے۔ جہاں ایک طرف آزادی اظہار کو ایک بنیادی انسانی حق سمجھا جاتا ہے، وہیں دوسری طرف مذہبی حساسیت کو پامال کرنا نہ صرف ایک فرد کی مذہبی آزادی کی خلاف ورزی کے مترادف سمجھا جاتا ہے بلکہ یہ عالمی سطح پر بین المذاہب ہم آہنگی اور امن کے لیے بھی خطرہ بن سکتا ہے۔

مذہبی حساسیت ایک ایسا پہلو ہے جس پر دنیا بھر میں خاص طور پر مختلف مذہبی گروہوں کے درمیان اختلافات اور تصادم پیدا ہو سکتے ہیں۔ مذہبی جذبات کی توہین نہ صرف ایک فرد یا گروہ کی مذہبی آزادی کی خلاف ورزی ہوتی ہے بلکہ یہ وسیع تر سماجی اور سیاسی مسائل کا سبب بھی بن سکتی ہے۔ مثال کے طور پر، جب کسی مذہب کے حوالے سے توہین آمیز مواد یا بیانات دیے جاتے ہیں تو یہ مذہبی عقائد کے پیروکاروں میں شدید غم و غصہ پیدا کر سکتا ہے۔

ایسی توہین کے واقعات نے دنیا بھر میں کئی بار فسادات، احتجاجات اور سیاسی بحرانوں کو جنم دیا ہے۔ "مذہبی آزادی" کے تحفظ کے حوالے سے عالمی سطح پر مختلف قوانین اور معاہدے موجود ہیں۔ تاہم، جب ان قوانین کا اطلاق آزادی اظہار کے حقوق پر ہوتا ہے، تو ایک توازن قائم کرنا بہت ضروری ہوتا ہے۔

6.1اظہارِ رائے کی آزادی اور مذہبی حساسیت کے مابین تنازعہ

جب اظہارِ رائے کی آزادی مذہبی حساسیت سے متصادم ہوتی ہے، تو یہ سوال اٹھتا ہے کہ کیا آزادی اظہار کا حق تمام حدود سے آزاد ہے یا اسے کسی حد تک مذہبی احترام اور حساسیت کے تحفظ کی ضرورت ہے؟ مثال کے طور پر، یورپی عدالت برائے انسانی حقوق نے 2018 میں ایک کیس E.S. v. Austria میں کہا:

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"The Court held that the statements were not objective contributions to a public debate, but rather likely to incite religious intolerance ".

یہ فیصلہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ مذہب سے متعلقہ توہین کو آزادی اظہار کے دائرے میں نہیں آنا چاہیے، خاص طور پر جب اس سے مذہبی منافرت اور تشویش پیدا ہونے کا امکان ہو۔

6.2 بین الاقوامی قوانین میں مذہبی توہین کا تدارک

اگرچہ آزادی اظہار کو تحفظ حاصل ہے، مگر عالمی سطح پر مذہبی توہین اور نفرت انگیز تقاریر کے تدارک کے لیے قوانین بھی موجود ہیں۔ اقوام متحدہ کی قرارداد 16/18 (2011) میں کہا گیا ہے:

"Condemns any advocacy of religious hatred that constitutes incitement to discrimination, hostility or violence [28] "…

اس قرارداد نے عالمی سطح پر یہ بات واضح کی ہے کہ مذہب کے بارے میں نفرت انگیز تقاریر اور اشتعال انگیزی کو آزادی اظہار کے دائرے میں نہیں لایا جا سکتا۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بین الاقوامی قوانین میں مذہبی حساسیت کا خیال رکھا جاتا ہے، اور مذہبی توہین کو ایک سنگین مسئلہ سمجھا جاتا ہے جس کا عالمی سطح پر تدارک کرنا ضروری ہے۔

6.3 مغربی دنیا میں آزادی اظہار بمقابلہ مذہبی حساسیت

مغربی ممالک میں اظہار رائے کی آزادی ایک بنیادی حق کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے، اور اسے اکثر مذہبی عقائد کے احترام کے مقابلے میں ترجیح دی جاتی ہے۔ فرانسیسی جریدے چارلی ہیبڈو کے مسئلے کو اس حوالے سے ایک واضح مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ 2015 میں اس جریدے کے دفاتر پر حملہ ہوا جس کی وجہ سے اس کے کارکنوں کی جانیں گئیں، اور یہ حملہ مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے والی اشاعت کے خلاف تھا۔ اس واقعے کے بعد مغربی دنیا نے آزادی اظہار کے حق کو مضبوطی سے تسلیم کیا، حالانکہ اس کے نتیجے میں مذہبی حساسیت میں بھی اضافہ ہوا۔

فرانس کے صدر فرانسوا اولینڈ نے اس حملے کے بعد کہا:

"We are not just defending a magazine. We are defending the principle of freedom of speech and expression in our society [29] ".

یہ بیان اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ مغربی معاشرے میں اظہارِ رائے کی آزادی کو مذہبی حساسیت کے مقابلے میں برتری دی جاتی ہے، حالانکہ اس کا نتیجہ کبھی کبھار مذہبی گروہوں میں غصے اور ناراضگی کو جنم دیتا ہے۔

6.4 اسلامی دنیا اور آزادی اظہار

اسلامی ممالک میں مذہبی حساسیت زیادہ گہری ہوتی ہے، اور یہاں مذہب کی توہین کو ایک سنگین مسئلہ سمجھا جاتا ہے۔ پاکستان میں "توہین مذہب" کی قوانین موجود ہیں جن کے تحت کسی بھی مذہبی شخصیت کی توہین یا مذہبی عقائد کی توہین کرنا قابلِ سزا جرم سمجھا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں پاکستان کے سپریم کورٹ نے کئی بار اس بات کا اعادہ کیا ہے کہ کسی فرد کو مذہب یا مذہبی شخصیات کی توہین کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی، چاہے وہ آزادی اظہار کے بہانے کی جائے۔

اظہارِ رائے کی آزادی اور مذہبی حساسیت کے مابین تنازعہ ایک پیچیدہ اور حساس معاملہ ہے۔ عالمی سطح پر آزادی اظہار کو ایک بنیادی حق تسلیم کیا گیا ہے، تاہم مذہبی توہین اور نفرت انگیز تقاریر کے تدارک کے لیے بین الاقوامی قوانین بھی موجود ہیں تاکہ مذہبی حساسیت کا احترام کیا جا سکے۔ ہر ملک کے مخصوص سماجی، ثقافتی اور مذہبی تناظر کو مدنظر رکھتے ہوئے ان حقوق کا توازن قائم رکھنا ضروری ہے تاکہ دنیا بھر میں بین المذاہب ہم آہنگی اور امن کو فروغ دیا جا سکے۔

مغربی دنیا میں آزادی اظہار کو مذہبی حساسیت کے مقابلے میں زیادہ ترجیح دی جاتی ہے، جس کے نتیجے میں بعض اوقات مذہبی گروہ غصے کا اظہار کرتے ہیں اور احتجاج کرتے ہیں۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

6.5 بین المذاہب ہم آہنگی کی کوششیں

بین الاقوامی سطح پر مختلف ادارے مذہبی حساسیت کو کم کرنے اور بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے کوششیں کر رہے ہیں۔ اقوام متحدہ کے ادارہ یونیسکو نے مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان مکالمہ بڑھانے کے لیے متعدد منصوبے شروع کیے ہیں تاکہ مذہبی اختلافات کو کم کیا جا سکے اور عالمی سطح پر امن کو فروغ دیا جا سکے۔ اسی طرح، بین الاقوامی برادری اور مختلف ممالک کی حکومتیں مذہبی آزادی کو فروغ دینے اور توہینِ مذہب کے واقعات کو روکنے کے لیے مشترکہ اقدامات کر رہی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ بین الاقوامی سطح پر مذہبی حساسیت کے تنازعات ایک پیچیدہ اور حساس معاملہ ہیں، جو نہ صرف آزادی اظہار کے حق کو متاثر کرتے ہیں بلکہ عالمی امن اور ہم آہنگی کو بھی چیلنج کرتے ہیں۔ ہر ملک میں مذہبی آزادی اور اظہارِ رائے کے حقوق کی مختلف تفہیم ہے، اور ان کے درمیان توازن قائم کرنا ایک سنگین چیلنج ہے۔ عالمی سطح پر اس مسئلے کا حل تب ممکن ہے جب مختلف ممالک اور بین الاقوامی ادارے مشترکہ طور پر مذہبی حساسیت کو کم کرنے، بین المذاہب مکالمہ کو فروغ دینے، اور مذہبی توہین کی روک تھام کے لیے اقدامات کریں۔

6.6 بین الاقوامی قوانین میں خامیاں

بین الاقوامی قوانین کا مقصد عالمی سطح پر امن، استحکام اور انسانی حقوق کا تحفظ کرنا ہے۔ تاہم، موجودہ بین الاقوامی قوانین میں کئی خامیاں موجود ہیں، جن کی وجہ سے ان کی موثر عملداری اور عالمی چیلنجز کے مطابق ان کا نفاذ مشکل ہو جاتا ہے۔ ان خامیوں کا حل عالمی برادری کے تعاون اور قوانین میں اصلاحات کی مدد سے ممکن ہے۔ اس مضمون میں ہم موجودہ بین الاقوامی قوانین کی خامیوں کا جائزہ لیں گے اور ان میں اصلاحات کی تجاویز پیش کریں گے تاکہ ان قوانین کو مؤثر طریقے سے نافذ کیا جا سکے۔

6.6.1 موجودہ بین الاقوامی قوانین کی خامیاں

مختلف ممالک کے درمیان ثقافتی، سیاسی اور قانونی اختلافات کی وجہ سے بین الاقوامی قوانین کی عملداری مشکل ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر، کچھ ممالک اپنے مذہبی یا ثقافتی اصولوں کی بنیاد پر بین الاقوامی قوانین کو تسلیم نہیں کرتے، یا انہیں جزوی طور پر اپنانا پسند کرتے ہیں۔ اس سے عالمی سطح پر قوانین کی یکسانیت میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔

6.2 عملی نفاذ میں مشکلات

بین الاقوامی قوانین کو نافذ کرنے کے لیے کوئی مرکزی طاقت یا مجاز ادارہ موجود نہیں ہے جو ان کی مکمل اور موثر عملداری کو یقینی بنائے۔ مختلف بین الاقوامی ادارے جیسے اقوام متحدہ، عالمی عدالت انصاف وغیرہ کا کردار ضروری ہے، لیکن ان کے فیصلوں کو بعض اوقات نظر انداز کیا جاتا ہے یا ان پر عمل درآمد نہیں کیا جاتا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ریاستوں کی خود مختاری ہے، جو کہ بین الاقوامی قوانین کے نفاذ میں رکاوٹ بنتی ہے۔

6.3 سیاسی اثرات

بین الاقوامی قوانین کے نفاذ میں بعض اوقات طاقتور ممالک کے سیاسی مفادات کا دخل ہوتا ہے، جس کے باعث قانون کی یکسانیت اور غیر جانبداری متاثر ہوتی ہے۔ عالمی عدالت انصاف یا دیگر بین الاقوامی ادارے بعض اوقات طاقتور ممالک کے اثر و رسوخ کے تحت فیصلے کرتے ہیں، جس سے کمزور ممالک کو انصاف نہیں مل پاتا۔

6.4 انسانی حقوق کا تحفظ

بین الاقوامی انسانی حقوق کے قوانین کی موجودگی کے باوجود دنیا بھر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں جاری ہیں۔ جنگوں، دہشت گردی، اور نسلی امتیاز جیسے مسائل بین الاقوامی قوانین کے باوجود موجود ہیں، کیونکہ ان قوانین کا نفاذ ہمیشہ مؤثر نہیں ہوتا۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ زیادہ تر ممالک انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو اپنے داخلی معاملات کے طور پر دیکھتے ہیں اور بیرونی مداخلت کو پسند نہیں کرتے۔

6.5 مذہبی اور ثقافتی حساسیت

بین الاقوامی قوانین کے نفاذ میں مذہبی اور ثقافتی حساسیت کو نظر انداز کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے مختلف اقوام کے درمیان اختلافات اور تنازعات پیدا ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر، آزادی اظہار کے حقوق اور مذہبی حساسیت کے درمیان توازن قائم کرنا ایک چیلنج ہے، اور اس کی وجہ سے عالمی سطح پر تنازعات جنم لیتے ہیں۔

7. تجاویز و سفارشات برائے اصلاح

مقامی اور بین الاقوامی قوانین میں ہم آہنگی

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

بین الاقوامی قوانین کے مؤثر نفاذ کے لیے ضروری ہے کہ ممالک اپنے مقامی قوانین کو بین الاقوامی قوانین کے مطابق ڈھالیں۔ اس کے لیے اقوام متحدہ جیسے عالمی ادارے کو اس بات کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے کہ ممالک اپنے اندرونی قوانین میں تبدیلیاں کریں تاکہ وہ بین الاقوامی قوانین کے ساتھ ہم آہنگ ہوں۔ اس طرح، عالمی سطح پر قوانین کی یکسانیت اور اثرپذیری میں اضافہ ہوگا۔

7.1 بین الاقوامی قوانین کے نفاذ کے لیے مرکزی ادارہ

بین الاقوامی قوانین کو مؤثر بنانے کے لیے ایک ایسا مرکزی ادارہ قائم کیا جانا چاہیے جو ان قوانین کے نفاذ کو یقینی بنائے۔ اس ادارے کو عالمی سطح پر اقتدار اور خودمختاری کی طاقت دی جانی چاہیے تاکہ وہ ممالک پر دباؤ ڈال سکے اور قوانین کے نفاذ میں رکاوٹوں کو دور کرے۔ اقوام متحدہ یا عالمی عدالت انصاف کو اس مقصد کے لیے مزید فعال بنایا جا سکتا ہے۔

7.2 بین الاقوامی سطح پر غیر جانبداری کا فروغ

بین الاقوامی اداروں کو غیر جانبداری اور انصاف کے اصولوں کے تحت فیصلے کرنے چاہیے تاکہ سیاسی اثرات کو کم کیا جا سکے۔ عالمی عدالت انصاف اور دیگر اداروں کو اس بات کی یقین دہانی کرانی چاہیے کہ وہ طاقتور ممالک کے اثر سے آزاد ہوں گے اور ان کے فیصلے دنیا بھر میں یکساں طور پر لاگو ہوں گے۔

7.3 انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے مؤثر اقدامات

بین الاقوامی قوانین میں اصلاحات کی ایک اہم ضرورت انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے مزید مؤثر اقدامات کی ہے۔ اقوام متحدہ اور دیگر عالمی اداروں کو انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر فوری اور مؤثر کارروائی کرنی چاہیے، اور ممالک کو اس بات کی ذمہ داری سونپنی چاہیے کہ وہ اپنے داخلی معاملات میں انسانی حقوق کا احترام کریں۔

7.4 مذہبی اور ثقافتی حساسیت کا احترام

بین الاقوامی قوانین میں اصلاحات کا ایک اور اہم پہلو مختلف مذاہب اور ثقافتوں کی حساسیت کا احترام ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ عالمی سطح پر ایک ایسا فریم ورک تیار کیا جائے جو مذہبی آزادی اور اظہارِ رائے کے حقوق کے درمیان توازن قائم کرے، تاکہ کسی بھی مذہب یا ثقافت کے پیروکاروں کے احساسات مجروح نہ ہوں۔

خلاصہ یہ کہ بین الاقوامی قوانین میں اصلاحات کی ضرورت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ عالمی برادری ان خامیوں کو پہچانے اور ان پر مؤثر عمل کرے۔ اس کے ذریعے نہ صرف عالمی امن و استحکام کو فروغ ملے گا، بلکہ انسانی حقوق کا تحفظ اور مذہبی حساسیت کا احترام بھی ممکن ہو سکے گا۔ اصلاحات کے لیے عالمی اداروں کو اپنی حکمت عملی کو بہتر اور مضبوط بنانے کی ضرورت ہے تاکہ بین الاقوامی قوانین کے نفاذ میں کوئی رکاوٹ اور خلل سامنے نہ آئے اور انصاف کی راہیں تمام انسانوں کو یکساں طور پر میسر ہو تاکہ معاشرہ امن کا گہوارہ بن کر لوگ احساس کمتری کا شکار نہ ہو۔ اور آپس میں خلا تصور نہ کریں بلکہ ایک جان ہو کر رہیں اور معاشرے کے ترقی سبب بن جائے۔

مصادر و مراجع

---

[1] الکیانی، عبدالوھاب، موسوعۃ السیاسیۃ، ج:2، ص:247، المؤسسۃ العربیۃ للدراسات والنشر، بیروت، 1981ء

[2] World book encyclopedia,7/506

[3] (استثنا20:16)

[4] مذہب یہودیت میں **ہلیل** (Hillel) اور **شمائی** (Shammai) دو مشہور اور اہم فقہی مدارس کے بانیان تھے، جو تقریباً 2 ہزار سال پہلے موجود تھے۔ دونوں کے درمیان کئی فقہی مسائل اور تفسیریات میں اختلافات تھے، جو آج بھی یہودی قانون اور روایت میں اثرانداز ہیں۔

[5] (یوحنا32:8)

[6] (متی39:22)

[7] (یوحنا6:68)

[8] الاحزاب:71

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

[9] الترمذی، محمد بن عیسی، جامع الترمذی، کتاب الفتن، حدیث نمبر 2174، مکتبہ، دار السلام للنشر والتوزیع الریاض السعودیہ 2009ء

[10] الانعام:153

[11] آل عمران:111

[12] آل عمران 160

[13] ابن کثیر، عماد الدین ابو فدا اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، المعروف ابن کثیر، تحت الآیات: وَاِذْ غَدَوتَ مِن اَہلِکَ تُبَوِّیُٔ المُؤمِنِینَ مَقَاعِدَ لِلقِتَالِ وَاللّٰہُ سَمِیعٌ عَلِیمٌ، آل عمران:121، ج:2، ص:256، مکتبہ العلم اردو بازار لاہور پاکستان

[14] کاندھلوی، محمد ادریس، سیرت مصطفی، باب غزوہ خندق، ج:2، ص:145، ادارۃ المعارف کراچی 2002ء

[15] https://www.un.org/en/about-us/universal-declaration-of-human-rights seen 20/01/2025

[16] Source: Official Journal of the European Union C 303/17 - 14.12.2007

[17] https://ccprcentre.org/files/media/Simple_guide_on_The_International_Covenant.pdf seen on,22/01/2025

[18] Syed Hussan nasar,The Heart of Islam: Enduring Values for Humanity ،HarperOne,page,45 ، 2003

[19] Mark Juergensmeyer ،Terror in the Mind of God: The Global Rise of Religious Violence ، University of California Press ،2011

[20] :Pew Research Center, "Restrictions on Religion", 2021 Global Report, Appendix B

[21]Erik Bleich،The Freedom to Be Racist? How the United States and Europe Struggle to Preserve Freedom and Combat Racism ،Oxford University Press ،2011page102-

[22] Jonathan Fox ،*A World Survey of Religion and the State* ،Cambridge University Press ، 2008,page88,90

[23] UDHR, Article 18, United Nations, 1948

[24] ICCPR, Article 18.3

[25]) HRC Resolution 16/18, 2011

[26] European Court of Human Rights, E.S. v. Austria, Application no. 38450/12

[27]UN General Assembly Speech, 2021

[28] HRC Resolution 16/18, 2011

[29] Francois Hollande, 2015